© rasailojaraid.com

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ

"شاہدِ آسمان اور شباہنگ"

از جناب مولانا داؤ اکبر صاحب اصلاحی

اِس مضمون میں ہم سورۂ "طارق" کی قسموں (شہادتوں) سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

مفسرین کی جماعت میں سے اکثریت کا خیال یہ ہے کہ "النجم الثاقب" سے کوئی مخصوص ستارہ مُراد نہیں بلکہ اس سے جملہ نجومِ ثواقب (درخشاں ستارے) مُراد ہیں اور دوسری قسم "والسماءِ ذات الرجع" کے بارے میں تو تقریبًا سب متفق ہیں کہ اس سے بارش والا آسمان مُراد ہے اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ کی بھی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ حضرات مفسرین کی متعین کردہ راہ سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے بلکہ محتاط اور پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ حتی الوسع جمہور مفسرین کے مذہب کو اختیار کیا جائے۔

اس کے بعد اب ہم قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت کے پہلو واضح کرنے کی کوشش کرینگے لیکن چونکہ یہ حقیقت بغیر مضمونِ سورہ معلوم کیے اجاگر نہیں ہو سکتی اس لیے پہلے سورہ کا عمود بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد مناسبت سے بحث کرینگے۔

زیرِ بحث سورہ کی اُردو یہ ہے۔

"شاہد ہے آسمان اور شباہنگ، اور شباہنگ کو تو کیا جانے، دمکتا ستارہ، کہ کوئی نہیں جس پر ایک نگہبان نہیں، پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے بنا، ایک اچھلتے پانی سے، جو نکلتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریڑھ اور ہنسلیوں کے بیچ میں سے، وہ اس کے لوٹا دینے پر ضرور قادر ہے، جبکہ چھپی باتیں پرکھی جائینگی، تو وہ بالکل بیکس و بے بس ہوگا، شاہد ہے بارش والا آسمان، اور پھٹنے والی زمین، کہ یہ دوٹوک بات ہے، اور مسخری ہنسی نہیں، وہ چل رہے ہیں ایک چال اور میں چل رہا ہوں ایک اور چال، سو چھوڑ دے کافروں کو ذرا دیر"

اس سورہ میں وہی حقیقت پیش کی گئی ہے جو اور سورتوں میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ قرآن کی بولی میں اسے قیامت سے تعبیر کرتے ہیں، پیش نظر سورہ میں اس کے ثبوت میں درخشاں ستاروں، ـــــ انسان کی خلقت اولیٰ، آسمان سے بارش ہونے اور زمین کے سبزوں سے لہلہا اُٹھنے کو پیش کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ درخشاں تارے انسان کی نشأۃ اولیٰ، پانی والا آسمان اور سبزوں سے لہلہا اُٹھنے والی سرزمین کیونکر قیامت اور بعث وحشر کی دلیل ہے اور ان میں باہم کیا تعلق ہے؟ اس سوال کا حل اس بحث کی جان ہے۔ ذیل کی سطروں میں اسی کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیامت اور جزا وسزا کے ثبوت میں اول اول درخشاں تاروں کو پیش کیا گیا ہے اور اس کا مقسم علیہ یعنی دعویٰ "ان کل نفس لما علیھا حافظ" ہے، اب ضرورت ہے کہ اس دلیل اور دعویٰ میں مناسبت کے پہلو معلوم کیے جائیں۔

قرآنِ پاک میں غور وفکر کرنے والوں سے یہ مخفی نہیں کہ مشرکین وقوع قیامت کے بارے میں بطور استحالہ کے کہا کرتے تھے کہ حشرِ اجساد ناممکن ہے، بالفرض ایسا ہوا بھی تو اتنے انسانوں کے اعمال وافکار کا محفوظ رکھنا کچھ آسان تو ہے نہیں، اسی منطق سے وہ قرآن کے نظریہ جزا وسزا کی نہایت شدومد سے تکذیب کیا کرتے تھے، قرآنِ پاک نے ان کے اس شبہ کا مختلف جہتوں سے ازالہ کیا ہے، بعض جگہ تو علم باری سے امکان قیامت پر استدلال کیا ہے اور بعض جگہ ملائکہ حساب سے اس کا وقوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت کیا ہے۔ اور بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ایک ہی سلسلہ میں استدلال کے یہ دونوں پہلو مذکور ہیں، ہمارے خیال میں پہلی قسم میں استدلال کا یہی دوسرا پہلو "ملائکہ حساب" ملحوظ ہے، ذیل میں پہلے ہم وہ آیات نقل کرتے ہیں جن میں امکانِ قیامت پر ملائکہ حساب یا علم باری اور ملائکہ حساب دونوں سے استدلال کیا گیا ہے اور پھر ان کے قدر مشترک پر غور کرینگے، اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں مگر ہم چند ہی کے نقل کرنے پر اکتفا کرینگے۔ سورہٗ انفطار میں ہے

كلا بل تكذبون بالدين وان	ہرگز نہیں بلکہ تم روزِ جزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر
عليكم لحافظين كراماً كاتبين	ہمارے محافظ ہیں یعنی شریف لکھنے والے، وہ جانتے
يعلمون ما تفعلون۔ (۹-۱۲)	ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

ایک دوسری جگہ یوں ہے:-

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس	اور بیشک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے
به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل	ہیں جو کچھ اس کا نفس وسوسہ کرتا ہے اور ہم اس
الوريد اذ يتلقى المتلقيان عن	کی شہ رگ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں جبکہ دو ضبط
اليمين وعن الشمال قعيد۔ ما	کرنے والے ضبط کرتے ہیں ایک اُس کے داہنی طرف
يلفظ من قول الا لديه رقيب	بیٹھا ہوا اور دوسرا بائیں جانب کوئی بات وہ منہ
عتيد (۱۶-۱۸) ق	سے نہیں نکالتا مگر اُس کے پاس ایک محافظ تیار

سورہٗ رعد میں ہے:-

اللّٰہ يعلم ما تحمل كل انثى وما تغيض	ہر مادہ جو بچہ لیے ہوئے ہے اُس کو خدا جانتا ہے اور
الارحام وما تزداد وكل شيء عنده	پیٹ کا گھٹنا بڑھنا اور اُس کے یہاں ہر چیز کا اندازہ
بمقدار عالم الغيب والشهادة	مقرر ہے، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الکبیر المتعال سواء منکم من | کبریا، عالیشان، تم لوگوں میں سے جو شخص کوئی بات
اسر القول ومن جھر بہ ومن ھو | چپکے سے کہے اور جو پکار کے کہے اس کے نزدیک
مستخف باللیل وسارب بالنھار | دونوں یکساں اور جو رات کے وقت چھپا ہوا ور
لہ معقبات من بین یدیہ و | جو دن دہاڑے چل رہا ہو اس کے نزدیک سب
من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ | برابر ہیں، اس کے آگے اور اس کے پیچھے باری باری
الآیہ (۸-۱۱) | سے موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت
کرتے ہیں

مذکورہ بالا آیات میں خصوصیت کے ساتھ سورۂ انفطار کی آیتوں پر نظر ڈالتے ہی یہ حقیقت نہایت صراحت کے ساتھ ذہن میں آتی ہے کہ ان میں ملائکہ حساب سے وقوع جزا پر دلیل قائم کی گئی ہے اور بقیہ سورتوں کی آیات میں استدلال کے دو پہلو ہیں۔ یعنی ایک طرف تو علم باری سے وقوع جزا پر دلیل لائی گئی ہے اور دوسری طرف ملائکہ حساب سے، اب اگر ان دونوں کے قدر مشترک پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی کہ سورۂ طارق کے استدلال اور دوسری سورتوں کی پیش کردہ آیات کے استدلال میں مطالب کے اعتبار سے ذرا بھی اختلاف نہیں، سورۂ طارق میں باسلوب قسم درخشاں ستاروں سے یہ تصور قائم کیا گیا ہے کہ انسان اپنی کوتاہ فہمی کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال وافکار کا کوئی نگراں نہیں، یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اس لیے کہ قدرت نے اس کے جملہ حرکات وسکنات کی نگرانی کے لیے ایسا سخت پہرہ بٹھا دیا ہے جو ہمہ آن اس کے اعمال و کردار کی طرف ٹھیک اسی طرح ٹکٹکی باندھے رہتا ہے جس طرح آسمان کے یہ درخشاں ستارے، جو دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتے ہیں کہ گویا وہ ہماری طرف گھور رہے ہیں، اور بالکل یہی بات دوسری سورتوں میں باسلوب دیگر یوں بیان کی گئی ہے کہ انسان نادانی کی وجہ سے یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ مرنے کے بعد اسے از سر نو زندہ کرکے حساب وکتاب لینا ممکن نہیں اس لیے کہ اتنی لمبی چوڑی دنیا کے اعمال کا محفوظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھنا بعید از قیاس ہے حالانکہ اُسے سوچنا چاہیے تھا کہ بھلا اس ذات کے لیے یہ چیز کیسے محال ہوگی جس کے دائرۂ علم سے آسمان وزمین کا کوئی گوشہ بھی خالی نہیں۔ مزید برآں اعمال کی محافظت کے لیے اُس نے ملائکہ کا پہرہ بھی بٹھا دیا ہے اور یہ انسانی اعمال کی محض نگرانی ہی پر مامور نہیں ہیں بلکہ بکمال احتیاط انہیں انسانی اعمال کے ضبط تحریر میں لانے کا بھی حکم ہے۔

پہلی قسم کے بعد خلقت اولیٰ سے خلقت ثانیہ پر باسلوب دیگر یوں استدلال کیا گیا ہے۔

فلینظر الانسان ممّ خلق خلق	پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے بنا، ایک
من ماءٍ دافق یخرج من بین	اچھلتے پانی سے بنا ہے جو نکلتا ہے ریڑھ اور
الصلب والترائب انه علیٰ رجعه	پسلیوں کے بیچ میں سے۔ وہ اس کے لوٹا دینے
لقادر۔	پر ضرور قادر ہے۔

طلبۂ قرآن سے یہ مخفی نہیں کہ خلقت اولیٰ سے خلقت ثانیہ پر استدلال قرآن کا یہ کوئی غریب نہیں بلکہ بہت ہی شائع و ذائع استدلال ہے، ذیل میں اس طرزِ استدلال سے متعلق چند آیتیں نقل کرتے ہیں جن کی روشنی میں اس کے سمجھنے میں مدد ملیگی۔

ایحسب الانسان ان یترک سدًی	کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا
الم یک نطفة من منی یمنیٰ ثم	جائیگا۔ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو ٹپکائی
کان علقة فخلق فسوّیٰ فجعل	گئی، پھر لوتھڑا ہوا، پھر بنایا، پھر اُس میں تسویہ پیدا
منه الزوجین الذکر والانثیٰ۔	کیا۔ آخر کار اُس کی دو قسمیں کر دیں، مرد اور عورت
الیس ذٰلک بقادرٍ علیٰ ان	کیا جس نے یہ سب کچھ کیا ہے مُردوں کے اُٹھانے
یحیی الموتیٰ (۳۶-۴۰) قیامہ	پر قادر نہیں ہے۔

ایک دوسرے موقع پر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نحن خلقناکم فلولا تصدقون	ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے تو تم دوبارہ پیدا کرنے
افرأیتم ما تمنون أ انتم تخلقونہ	کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ بھلا دیکھو تو کہ منی
ام نحن الخالقون ۔	جو تم عورتوں کے رحم میں پہنچاتے ہو، کیا اُس کا
واقعہ (۵۷-۵۹)	آدمی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔
ولقد علمتم النشأۃ الاولی فلولا	اور تم تو پہلے بنانے کو جان ہی چکے ہو تو
تذکرون ۔ واقعہ (۶۲)	کیوں نہیں تذکر کرتے ۔

سورۂ یٰس میں یہی حقیقت اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ یوں مذکور ہے۔

اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من	کیا انسان نے غور نہیں کیا کہ ہم نے اس کو ایک
نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین	نطفہ سے پیدا کیا پس اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑنے
وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ	لگا اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصلیت
قال من یحیی العظام وھی رمیم	کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ کون ہے کہ ہڈیاں گل گئی ہوں
قل یحییھا الذی انشاھا اول	اور وہ اُن کو جِلا کھڑا کرے، کہو کہ جس نے ہڈیوں کو
مرۃ وھو بکل خلق علیم (۷۷-۷۹)	اول بار پیدا کیا تھا وہی ان کو جِلا اُٹھائیگا اور
	ہر مخلوق کی بابت وہ اچھی طرح باخبر ہے۔

دیکھیے وہی حقیقت جو سورۂ طارق میں اجمال کے ساتھ پیش کی گئی تھی ان آیات میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اس اسلوب میں کہ گویا یہ اتنی بدیہی اور قطعی ہے کہ اس پر دلیل لانے کی مطلق ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی لیے اس کی قبولیت کے لیے ترغیبی کلمات "فلولا تصدقون" "فلولا تذکرون" استعمال کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد وقوع جزا کے ثبوت میں باسلوب قسم فطری دلیل قائم کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع

شاہد ہے بارش والا آسمان اور شاہد ہے پھٹنے والی زمین۔

قرآنِ پاک کا جزا پر یہ کوئی غریب طریقۂ استدلال نہیں بلکہ بہت ہی مشہور و معروف ہے اور اتنا واضح ہے کہ اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں، محض اس کی ضرورت ہے کہ اس مضمون کی چند آیات نقل کر کے قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت واضح کر دی جائے۔

ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جناتٍ وحب الحصید والنخل باسقات لھا طلع نضید۔ رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذٰلک الخروج۔ (ق ۹-۱۱)

ہم ہی نے آسمان سے آبِ رحمت اُتارا اور بندوں کو روزی دینے کے لیے اس کے ذریعہ باغ اُگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے خوشے خوب گُتھے ہوئے ہیں اور ہم نے مینہ کے ذریعہ مردہ سرزمین کو زندہ کر دیا اسی طرح قیامت کے دن نکلنا ہے۔

ایک اور مقام پر اس طرح ہے۔

ومن اٰیٰتہ انک تری الارض خاشعۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت و ربت ان الذی احیاھا لمحی الموتیٰ انہ علیٰ کل شیء قدیر (فصلت-۳۹)

اور اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو کہ بیس پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو لہلہانے لگتی اور اُبھر آتی ہے جس نے اس کو جِلایا وہی مردوں کا بھی جِلانے والا ہے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے

سورۂ فرقان میں ہے۔

وھو الذی ارسل الریاح بشریٰ

اور وہی ہے جو اپنی رحمت کے نزول سے پیشتر

© rasailojaraid.com

بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا لنحیی بہ بلدۃ میتا ونسقیہ مما خلقنا انعاما واناسی کثیرا۔ (۴۸-۴۹)

ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے بھیجا ہے اور ہم ہی آسمان سے صاف شفاف پانی اتارتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ مردہ سرزمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات یعنی چارپایوں اور آدمیوں کو اس سے سیراب کریں

والذی نزل من السماء ماء بقدر فانشرنا بہ بلدۃ میتا کذلک تخرجون (زخرف - ۱۱)

اور جس نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا پھر ہم ہی نے اس سے مردہ سرزمین کو زندہ کیا اسی طرح تم لوگ قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

دیکھیے وہی استدلال جو سورۂ طارق میں باسلوب قسم تھا ان آیات میں دوسرے اسلوب میں لایا گیا ہے اور اس شرح وتفصیل کے ساتھ کہ وہ تمام پہلو جو سورۂ طارق میں مبہم تھے ان میں روشن ہو گئے ہیں، استدلال کا نہج یوں ہے کہ جس طرح خشک زمین پانی کے پڑتے ہی سبزوں سے لہلہا اٹھتی ہے اور ہر چہار جانب ہریالی ہی ہریالی نظر آنے لگتی ہے حالانکہ اس سے پہلے اس کا نام ونشان تک بھی نہ تھا، ٹھیک اسی طرح خدا کا اشارہ پاتے ہی وہ تمام کے تمام مُردے جو پیوند خاک ہیں جی اٹھینگے اور یہ اسی طرح بدیہی ہے جس طرح پانی پڑنے سے مردہ زمین کا نوع بنوع کے پودوں سے لہلہا اٹھنا ہے۔ اگر مردہ سرزمین کا پانی پڑتے ہی سبزوں سے لہلہا اٹھنا تعجب انگیز نہیں، تو اس پر تعجب وحیرت کیوں ہو کہ خداوند تعالیٰ کا اشارہ پاتے ہی تمام مُردے زمین سے جی اٹھینگے۔

© rasailojaraid.com